مدینہ، مدینہ

152

قیمت 30 روپے

یقین

سخاوت میں برکت

مدینہ... مدینہ

رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ

نعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

دنیائے رنگ و بو میں مثل جان آپ ہیں
میرا سکونِ دل میرا ایمان آپ ہیں

اُترا تھا جو حِرا سے مقدس رسول پر
وہ چلتا پھرتا بولتا قرآن آپ ہیں

دل میں سجی ہوئی ہے جو روزِ اَلَسْتُ سے
اس بزمِ ذکرِ نور کے مہمان آپ ہیں

ہے تخت شاہی آپ کا سادہ سا بوریا
لیکن شاہانِ وقت کے سلطان آپ ہیں

وہ بندگانِ حرص ہیں مانگیں جو مال و زر
میرا تو کُل اثاثہ و سامان آپ ہیں

حق مانگنے سے پہلے ہی جو حق ادا کرے
ہر مستحق کے درد کا درمان آپ ہیں

لوگوں کی آرزوں کا مجھ کو پتہ نہیں
میرے تو آرزوئے دل ارمان آپ ہیں

اللہ تعالیٰ کی مسلمانوں پر عظیم ترین نعمتوں میں سے ......ایک نعمت ''فریضہ زکوٰۃ'' ہے......کتنے خوش نصیب ہیں وہ ''مسلمان''......جو دل کی خوشی......اور کھلے ہاتھ سے ''زکوٰۃ'' ادا کرتے ہیں......زکوٰۃ ادا نہ ہو تو مال......وبال بن جاتا ہے......مصیبت بن جاتا ہے...... زہر بن جاتا ہے......بیماری بن جاتا ہے......اور یقین کریں عذاب بن جاتا ہے......

دو طرح کے لوگ

مسلمانوں میں دو طرح کے لوگ ہیں......ایک وہ جو ''زکوٰۃ'' ادا کرتے ہیں......اور دوسرے وہ جو مال ہونے کے باوجود زکوٰۃ ادا نہیں کرتے......اِن دونوں کا کوئی ''مقابلہ'' نہیں......زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے......سراسر خسارے اور نقصان میں جاتے ہیں......اُن کا مال دنیا میں، قبر میں اور آخرت میں......اُن کے لیے عذاب بن جاتا ہے......زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے لوگ ''ناپاک'' ہو جاتے ہیں......وہ ناپاکی میں جیتے ہیں اور ناپاکی میں مرتے ہیں......یا اللہ! عذاب اور ناپاکی سے آپ کی پناہ......

ایک بات اچھی طرح سے سمجھ لیں...... ''زکوٰۃ'' ایک ''فرض'' ہے...... ''زکوٰۃ'' کا انکار کفر ہے......زکوٰۃ میں بخل کرنا بد نصیبی ہے...... اور ''زکوٰۃ'' فرض ہونے کے باوجود ادا نہ کرنا ''کبیرہ گناہ'' اور ''فسق'' ہے...... ''زکوٰۃ'' کو ماننا ہر مسلمان پر فرض ہے......مگر زکوٰۃ ادا کرنا......صرف اُن مسلمانوں پر فرض ہے...... جن کے پاس......نصاب کے برابر مال ہو......سونا، چاندی، روپے، کرنسی، مویشی یا سامان تجارت وغیرہ......اور اس مال پر ایک سال گذر چکا ہو......

اسلام کی عمارت جن ستونوں پر کھڑی ہوتی ہے......اُن میں سے ایک ''ستون'' ''زکوٰۃ'' ہے......ستون گر جائے تو عمارت گرنا شروع ہو جاتی ہے......زکوٰۃ چھوٹ جائے تو انسان کا دین بھی کمزور ہو جاتا ہے......اور گرنے لگتا ہے......

کسی بھی حیلے یا بہانے سے زکوٰۃ سے بچنا...... بڑی بدبختی اور محرومی ہے...... یہ اس طرح ہے جیسے کوئی شخص......جان بوجھ کر خود کو......ایک قیمتی نعمت سے محروم رکھے......

ادا کرنے والے بھی دو طرح کے ہیں

زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے لیے تو بڑی سخت وعیدیں ہیں...... یہ ''وعیدیں'' قرآن مجید میں بھی مذکور ہیں...... اور حضور اقدس حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں بھی موجود ہیں...... ہر مسلمان کو...... اس بارے اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہیے......ضرورت سے زائد مال کس کام آتا ہے؟ ......جب کسی کام میں نہیں آتا تو...... اس مال کی خاطر......اللہ تعالیٰ کو ناراض کرنا کون سی عقلمندی ہے؟......اس مال کو اپنے لیے آگ کا عذاب بنانا کون سی دانشمندی ہے؟......اس مال کو اپنے لیے قبر کا گنجا سانپ بنانا کون سی حکمت ہے؟ مال ضرورت سے زائد ہے......اور وہ سارا بھی نہیں دینا...... بلکہ چالیس روپے میں سے صرف

ایک روپیہ دینا ہے......اور وہ بھی سال میں ایک مرتبہ......تو پھر کوئی بے عقل اور بے وقوف شخص ہی...... اس میں بخل کا جرم کرسکتا ہے......خیر زکوٰۃ نہ دینے والوں کو ایک طرف رکھ کر...... بات آگے بڑھاتے ہیں......وہ مسلمان جو زکوٰۃ ادا کرتے ہیں......وہ بھی دو طرح کے ہیں......

ایک وہ جو ''زکوٰۃ'' کی حقیقت کو سمجھ چکے ہیں......وہ محبت اور شدت کے ساتھ ''زکوٰۃ'' کے وقت کا انتظار کرتے ہیں......جس طرح ہم میں سے کوئی اپنی کسی بڑی خوشی کا انتظار کرتا ہے...... جس طرح اچھے مسلمان کعبہ شریف......اور روضۂ اطہر پر حاضری کا انتظار کرتے ہیں......جس طرح جانور پالنے والے......اپنی اونٹنی، گھوڑی یا گائے کے بچہ جننے کا انتظار کرتے ہیں...... جس طرح کسان اپنی فصل کی کٹائی کا انتظار کرتا ہے......جس طرح تاجر......وصولی کا انتظار کرتے ہیں......

''زکوٰۃ'' چونکہ کوئی جرمانہ تو ہے نہیں......بلکہ......عظیم الشان نعمت ہے تو......سچے مسلمان اس نعمت کو پانے کے لیے......زکوٰۃ کے وقت کا شدت سے انتظار کرتے ہیں......پھر جب وقت قریب آجاتا ہے تو وہ خوشی سے دھڑکتے اور اُچھلتے دل کے ساتھ ''زکوٰۃ'' کا حساب کتاب شروع کر دیتے ہیں......اور اُن کی کوشش زیادہ سے زیادہ دینے کی ہوتی ہے......بچنے کی بالکل نہیں...... وہ زکوٰۃ کا حساب کرتے ہوئے......دل اور ہاتھ کھلا رکھتے ہیں......اور مختلف بہانوں سے......اپنی زکوٰۃ بڑھاتے چلے جاتے ہیں......

وہ اپنے سارے مال پر نظر دوڑاتے ہیں کہ......کوئی مال زکوٰۃ کے بغیر نہ رہ جائے...... اور حساب میں وہ...... چھوٹے عدد کو بڑا بناتے چلے جاتے ہیں......تاکہ......زکوٰۃ زیادہ بنے......اور پھر وہ زکوٰۃ میں اپنا عمدہ اور نفیس مال پیش کرتے ہیں......اور کچھ اضافی زکوٰۃ اس نیت سے دے دیتے ہیں کہ......کوئی ''مال'' ممکن ہے بھول گیا ہو...... یا حساب سے رہ

گیا ہو...... ایسے لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے...... بڑے انعامات ہیں...... اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی...... کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ''فرض'' کو آنکھوں پر رکھا...... انہوں نے دین اسلام کے ایک محکم اور قطعی فریضے کو ''عزت'' دی...... اب اُن کو دنیا و آخرت میں عزت ملے گی......

انہوں نے...... اسلام کے ایک ستون کو مضبوط کیا...... اس سے اُن کا ''اسلام'' مضبوط ہو جائے گا...... انہوں نے اپنے رب کے حکم کو...... مال کی محبت پر ترجیح دی...... اس لیے انہیں...... ایمان کی حلاوت اور لذت ملے گی...... آخرت کے عظیم انعامات کے ساتھ ساتھ...... دنیا میں بھی انہیں یہ انعام ملے گا کہ...... اُن کا مال پاک ہو جائے گا...... اُن کا مال بڑھ جائے گا...... اور اس میں ایسی برکت آئے گی جو چالاک تاجر اپنی چالاکی سے حاصل نہیں کر سکتے...... زکوٰۃ کے عمل کی اس برکت سے...... اُن کا نفس ''تزکیہ'' پائے گا...... اُن کی روح پاک ہو جائے گی...... اور اہل ایمان کے قلوب میں اُن کے لیے محبت ڈال دی جائے گی...... یہ تو ہوئے ایک قسم کے لوگ......

اس میں دوسری قسم کے لوگ وہ مسلمان ہیں جو زکوٰۃ دیتے ہیں...... مگر رو رو کر، رک رک کر...... بوجھل دل کے ساتھ...... تنگ ہاتھوں سے...... ایک بوجھ سمجھ کر...... یہ وہ لوگ ہیں...... جنہوں نے زکوٰۃ کی حقیقت کو نہیں سمجھا...... مسلمان ہونے کی وجہ سے...... وہ ''زکوٰۃ'' تو دیتے ہیں...... مگر اسے پسند نہیں کرتے...... زکوٰۃ کے دن قریب آتے ہیں تو وہ ''بے چین'' ہو جاتے ہیں...... پھر ہر کوشش کرتے ہیں کہ...... کم سے کم زکوٰۃ بنے...... وہ دن رات مفتی حضرات سے اپنی زکوٰۃ کم یا معاف کرانے کے لیے رابطے کرتے رہتے ہیں...... وہ قرضوں کے حیلے گھڑتے ہیں...... اور سامان تجارت کی قیمت کم شمار کرتے ہیں......

زکوٰۃ کی حسین نعمت اُن کو دیکھ رہی ہوتی ہے...... مگر وہ اپنے بخل اور کنجوسی کی وجہ

سے......نظریں چراتے ہیں...... بڑی مشکل سے زکوٰۃ نکالتے ہیں...... اور پھر اسے روک روک کر ادا کرتے ہیں......

ایسے لوگوں کی ''زکوٰۃ'' بھی ادا ہو جاتی ہے......مگر وہ اپنے اس طرز عمل کی وجہ سے...... کتنے بڑے بڑے انعامات اور فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں......میری سب مسلمانوں سے گذارش ہے کہ...... قرآن مجید کی ''آیات زکوٰۃ'' کو پڑھیں ، سمجھیں...... اور دل میں اُتاریں......

بہت اُمید ہے...... دل کا زنگ دور ہو...... اور مسلمانوں کو ایک ''فرض'' واپس مل جائے......یاد رکھیں......ایمان کے بعد...... دینی فرائض سے بڑی نہ کوئی نعمت ہے...... اور نہ کوئی سعادت......

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَ بَارِکْ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا کَثِیْرًا کَثِیْرًا

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

مولانا
طلحۃ السیف

رمضان اور انفاق فی سبیل اللہ

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد
ہدہد خوش خبر از شہر سبا باز آمد

ہوٹر بجنے کی آواز ہمیشہ دل کو رنجیدہ کرتی ہے کہ کوئی بری صورتحال پیش آئی ہے یا کوئی ’’برائی‘‘ اپنے لاؤ لشکر سمیت گذر رہی ہے۔لیکن رمضان کی چاند رات بجنے والا ہوٹر تو گویا ’’ہدہدِ خوش خبر‘‘ ہوتا ہے۔جتنا بجتا چلا جاتا ہے دل میں خوشی کے لڈو پھوٹتے ہیں۔مبارک ہو رحمتوں، مغفرتوں، برکتوں اور سعادتوں والا مہینہ آگیا۔

مبارک ہو، بدر اور فتح مکہ والا مہینہ آگیا۔

ایک بار سفر کے دوران ہم جمعہ ادا کرنے ایک ایسی مسجد میں داخل ہو گئے جس کے امام صاحب ’’جہاد‘‘ کے بارے میں تاویلات کرنے میں مشہور ہیں۔ان کا یہ بھی فرمان ہے کہ نبی کریم ﷺ کافروں سے لڑنا اور انہیں مارنا پسند نہیں فرماتے تھے۔وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کبھی کافروں سے لڑنے کیلئے ازخود نہیں نکلے۔وقت کی تنگی نے ہمیں آج ان کی اقتداء کے لئے لا بٹھایا۔وہ رمضان میں نبی کریم ﷺ کا اعمال میں خوب مشقت فرمانا بیان کر رہے تھے پھر انہوں نے کہا کہ دیگر اعمال کی طرح اس مہینے میں اللہ کے راستے میں نکلنے کا ثواب بھی بڑھ جاتا

ہے ۔خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مبارک مہینے میں اللہ کے راستے میں نکلا کرتے تھے مثلاً آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر میں نکلے، فتح مکہ کیلئے نکلے اور بھی کئی مثالیں ہیں ۔

سبحان اللہ وبحمدہ سبحان اللہ العظیم

بدر اور فتح مکہ رمضان کے ساتھ اس طرح لازم وملزوم ہیں کہ رمضان کے ساتھ ان کا ذکر کرنا ہی پڑتا ہے خواہ دل مانے یا نہیں، خواہ حق بیان کرنے کے لئے ہو یا تاویل کرنے کے لئے ۔

رمضان المبارک میں جہاں مسلمان عموماً نیک کاموں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور ان میں سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں وہیں ایک خاص عمل جس کی ادائیگی رمضان میں زیادہ ہوتی ہے زکوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ کا عمل ہے ۔انفاق فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ کے محبوب اعمال میں سے ایک ہے ۔قرآن وحدیث میں اس کی ترغیب اور فضائل پر درجنوں آیات اور سینکڑوں صحیح احادیث وارد ہیں ۔انسان چونکہ طبعاً مال پر حریص ہے اور اس کی محبت میں بھی گرفتار رہتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدرے مشکل عمل پر ابھارنے کیلئے عجیب اسلوب اختیار فرمایا ہے کہ یہ مال اس سے بطور قرض مانگتے ہیں اور پھر قرض کی ادائیگی بھی برابری کی سطح پر نہیں بلکہ بڑھا کر کرنے کا وعدہ فرماتے ہیں ۔انسان اپنے مال کو بڑھانے کے لئے دنیا میں یہی صورت حرام طریقے پر اختیار کرتا ہے اور سود اور ظلم کی برائی میں گرفتار ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ''اسلامی بینکنگ'' سکھا دی کہ تم اگر چاہو کہ تمہارا مال بڑھتا رہے اور اضعافاً مضعفۃً اس میں اضافہ ہوتا رہے تو تم اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر دو ۔اس طرح یہ مال کبھی ضائع نہیں ہوگا اور تم آسودگی کے ساتھ زندگی گزار سکو گے ۔

دوسرا حسین اسلوب یہ اختیار فرمایا کہ ''انفاق فی سبیل اللہ'' کو ایک کامیاب تجارت قرار دیا ۔انسان اپنا مال محفوظ رکھنے اور اس میں بڑھوتری کے لئے جو ذرائع استعمال کرتا ہے ان میں بہترین ذریعہ ''تجارت'' ہے ۔وہ چاہتا ہے کہ کسی ایسی تجارت میں مال لگا دے جہاں ضائع ہونے کی اندیشہ بھی نہ ہو، نقصان کا احتمال بھی کم ہو اور منافع کی شرح زیادہ ہو ۔لیکن اس کے پیش نظر صرف

دنیا کی چند روزہ زندگی ہوتی ہے کہ یہ کس طرح راحت وسکون سے گزر جائے جبکہ وہ اس زندگی کو فراموش کردیتا ہے جو اس کا اصل مستقبل ہے اور ہے بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے۔ اس کا سکون اصل سکون اور اس کی کامیاب اصل کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بتایا کہ تم اگر اس مال کو اللہ کے راستے میں ''جہاد'' میں خرچ کردو گے تو یہ تمہاری آخرت کی کامیابی کا ضامن بن جائیگا۔ دیکھئے سورۃ الصف۔ اور یہ تجارت ایسی ہے جس میں نقصان کا احتمال سرے سے ہے ہی نہیں کیونکہ معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔

یوں تو نیکی کے کسی بھی کام پر مال خرچ کرنا اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ ترین اعمال میں سے ہے لیکن یہ بات مصدقہ اور تسلیم شدہ ہے جہاں اس نیکی کا عنوان انفاق فی سبیل اللہ آتا ہے تو اس باب میں وارد ہونے والی آیات اور احادیث کا مصداق ''جہاد فی سبیل اللہ'' یعنی اللہ کے راستے میں لڑائی پر مال خرچ کرنا ہے۔ اس لئے جہاں اس نیکی کے خصوصی انعام یعنی اسکے اجروثواب کے کم سے کم سات سو گنا بڑھانے کا وعدہ ہے وہاں اس سے مراد قتال فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا ہے۔ بقیہ اعمال خیر میں اس کا اجر عمومی قاعدے کے مطابق کم سے کم دس گنا ہے جبکہ زیادہ کی کوئی حد کسی جگہ متعین نہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نیتوں اور قلبی کیفیات سے خود واقف ہیں۔ کون سی نیکی وہاں کیا مقام پا جائے اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

قرآن کریم میں مال خرچ کرنے کا حکم یا تو جان خرچ کرنے کے ساتھ مذکور ہے جو ظاہر ہے قتال سے ہی متعلق ہے۔ دیگر آیات جن میں مطلق انفاق کا حکم ہے ان کی تفسیر معتبر تفاسیر میں انفاق فی الجہاد سے کی گئی ہے۔

تفصیل کے لئے فتح الجواد کی مطبوعہ دونوں جلدوں میں ان آیات کے ذیل میں ملاحظہ فرما لیں اور جو حضرات عربی جانتے ہوں وہ تفسیر ابن کثیر، روح المعانی، البحر المحیط اور قرطبی وغیرہ میں دیکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح حدیث کی کتب میں ''انفاق فی سبیل اللہ'' کی ترغیب یا فضائل پر مشتمل احادیث کو کتاب الجہاد، کتاب السیر اور کتاب المغازی میں ذکر کیا جاتا ہے جو اس بات کا واضح

ثبوت ہے کہ محدثین کرام کے نزدیک ''انفاق فی سبیل اللہ'' کا اولین اور حقیقی مصداق ''انفاق فی القتال'' ہے۔

رأس المحدثین شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق تصنیف ''فتح الباری'' میں اسی تعامل کے پیش نظر لکھا ہے کہ لفظ ''فی سبیل اللہ'' کا اوّلین اور فوری ذہن میں آنے والا معنی ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔(فتح الباری ج۶ صفحہ ۲۹) اور یہ اصول اہل لغت کے ہاں طے شدہ ہے کہ لفظ کے حقیقی معنی وہی ہوتے ہیں جو فوری ذہن میں آجائیں۔''التبادر امارۃ الحقیقۃ ''
اسی طرح صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جو واقعات انفاق کے باب میں مشہور ہیں وہ زیادہ جہاد کے موقعوں پر ہیر ونما ہوئے۔مثلاً حضرت ابو بکر صدیقؓ کا اپنا تمام مال راہ خدا میں قربان کرنا، حضرت عمر فاروقؓ کا نصف مال دینا، حضرت عثمان غنیؓ کا ایک ہزار دینار قدموں میں نچھاور کر کے جنت و رضاء مندی کی بشارتیں پانا اور آئندہ سرزد ہونے والی لغزشوں کی پیشگی معافی کا پروانہ حاصل کرنا اور اس طرح کے دیگر واقعات۔اسی طرح ان مفلس صحابہ کرام کی عظیم ''قربانی جو انفاق کا ثواب حاصل کرنے کے لئے دن بھر مزدوری کرتے اور اس کی اجرت میں سے بچوں کی روٹی کا انتظام کر کے باقی صدقہ کر دیتے۔

یہ تمام واقعات غزوۂ تبوک کے موقع پر پیش آئے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی لشکر کی تیاری کے لئے مسلمانوں سے مال مانگا اور خرچ کرنے کی ترغیب دی۔ذیل میں ہم چند احادیث ذکر کرتے ہیں جن میں ''جہاد'' میں مال خرچ کرنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔

سات سو گنا اجر

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص لگام والی ایک اونٹنی لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ میں اللہ کے راستے میں دے رہا ہوں۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تیرے لئے اس کے بدلے میں قیامت کے دن سات سو لگام دار اونٹنیاں ہوں گی (صحیح مسلم)

حضرت علی، ابو الدرداء، ابو ہریرہ، ابو امامہ الباہلی، عبد اللہ بن عمر، جابر بن عبد اللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے مال بھیجا اور خود گھر بیٹھا رہا اس کے لئے ہر درہم کے بدلے سات سو کا اجر ہے۔ (ابن ماجہ، ابن حبان)

واضح رہے کہ یہ ثواب اس شخص کے لئے ہے جو صرف مال خرچ کرے خود جہاد پر نہ جائے جبکہ وہ شخص جو خود بھی نکلے اور مال بھی خرچ کرے اس کا اجر ایک کے بدلے میں سات لاکھ ہے جیسا کہ ابن ماجہ اور بیہقی کی دیگر روایات میں واضح ہے۔

جہاد کا اجر

زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں نکلنے والے مجاہد کو سامان فراہم کیا اس نے بھی جہاد کیا اور جس نے مجاہد کے گھر والوں کی بھلائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اس نے بھی جہاد کیا۔ (بخاری و مسلم)

زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جس نے روزہ دار کو افطار کرایا یا مجاہد کو سامان جہاد فراہم کی یا اس کے گھر کی اچھی طرح دیکھ بھال کی اسے روزہ دار اور مجاہد کا اجر ملے گا جبکہ ان کے اجر میں کوئی کمی نہ کی جائے گی۔ (مصنف ابن ابی شیبہ)

ان دونوں احادیث میں مجاہدین اور شہداء کے گھرانوں کی کفالت کی فضیلت بھی خصوصیت سے معلوم ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود شہداء کے گھرانوں کا خصوصیت سے خیال رکھا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں اپنے گھروں کے علاوہ صرف حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر جایا کرتے تھے اور فرماتے تھے مجھے ان پر رحم آتا ہے ان کے بھائی میرے ساتھ قتل ہوئے۔ (بخاری)

افضل صدقہ

حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خرچ ہونے دیناروں میں افضل دینار وہ ہے جو کوئی

شخص اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے اور وہ ہے جو کوئی (مجاہد) اپنی سواری پر خرچ کرتا ہے اور وہ دینار ہے جو آدمی اللہ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہے۔ (صحیح مسلم)

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے پوچھا! افضل صدقہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا، اللہ کے راستے کے مجاہد کو خادم مہیا کر دینا (یعنی خدمت کے لئے غلام خرید کر دے دینا) یا اسے سایہ مہیا کر دینا یا جوان جانور سواری کے لئے لے دینا۔ (ترمذی)

عرش کا سایہ

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے مجاہد کو سایہ فراہم کیا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سایہ دیں گے اور جس نے مجاہد کو اتنا سامان دے دیا جس سے اس کی ضروریات پوری ہوگئیں اس کے لئے غازی کا اجر ہے۔ (المستدرک)

حضرت سہل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے غازی کی اعانت کی یا مقروض کی اعانت کی قرض ادا کرنے میں یا غلام کی اعانت کی آزاد کرانے میں اللہ تعالیٰ اسے اس دن اپنے عرش کا سایہ عطاء فرمائیں گے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔ (المستدرک)

جوڑا خرچ کرنے کی فضیلت

حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کے راستے میں اپنے مال سے (کسی بھی چیز کا) جوڑا خرچ کیا جنت کے فرشتے اس کی طرف دوڑتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں میں نے پوچھا کہ جوڑا خرچ کرنے سے کیا مراد ہے؟ فرمایا: دو گھوڑے یا دو اونٹ (اسی طرح اور چیزوں میں سے بھی دو دو مثلاً دو گائے، دو کپڑے وغیرہ) (نسائی، مستدرک)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جس نے اللہ کی راہ میں جوڑا خرچ کیا اسے جنت کے دربان ہر دروازے سے پکاریں گے اے فلاں ادھر آؤ۔ (بخاری)

یعنی اسے جنت کے ہر دروازے سے داخلے کی دعوت دی جائے گی۔

جہاد میں خرچ نہ کرنے کا وبال

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے خود بھی جہاد نہ کیا اور نہ کسی مجاہد کو سامان فراہم کیا نہ مجاہد کے گھر کی اچھائی کے ساتھ دیکھ بھال کی اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیں گے۔(ابو داؤد)

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کوئی بندہ اپنے مسلمان بھائی کی اعانت کے لئے چلنے سے رکتا ہے تو اسی قدر اللہ تعالیٰ کی ناراضی کے لئے اسے چلنا پڑتا ہے، کوئی بندہ اللہ کے راستے میں مال خرچ کرنے سے رکتا ہے تو اس سے کئی گنا زیادہ گناہوں میں خرچ کرتا ہے۔(المعجم الکبیر)

یعنی اس کا مال بچے گا نہیں بلکہ اس پر یہ عذاب مسلط ہو گا کہ یہ مال برائیوں پر خرچ ہو کر آخرت کا وبال بنے گا۔

سب سے بہتر شخص

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو ''خیر الناس'' (لوگوں میں بہترین شخص) کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں نہ بتاؤں کہ خیر الناس کون ہے؟ خیر الناس وہ شخص ہے جو مسلمانوں اور کافروں کے بیچ میں (سرحد پر) رہتا ہو، اس کے پاس اونٹوں اور بکریوں کا غلہ ہو، وہ اسے شہر میں لاکر بیچ دے اور قیمت اللہ کے راستے میں صدقہ کر دے۔ (ابن ابی شیبہ)

اللہ کے راستے میں برسرپیکار مجاہدین کی اعانت، نصرت اور ان کے گھر کی کفالت کے لئے فضائل کی حدیثیں تو بے شمار ہیں، مختصر مضمون میں چند ایک ذکر کر دی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سچی خبر اور لاریب اعلان ہمارے سامنے ہے اور ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ حق کی خاطر اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتال کرنے والے گروہ ہمیشہ زمین پر موجود رہیں گے۔ اہل عسقلان (غزہ) کے رباطی لشکر اور

غزوۂ ہند کے جانبازوں کا ذکر آپ ﷺ کی احادیث مبارکہ میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ یہ خدائی لشکر ہمارے زمانے میں موجود ہیں اوران کا جہاد جاری وساری ہے۔ان سب کو اسباب فراہم کرنا اوران کے ہاتھ مضبوط کرنا ہماری ذمہ داری ہے، اس طرح ہم انفاق کا اجر بھی پائیں اوران کے جہاد کے اجر میں بھی شریک ہوں۔اسی طرح شہداء، اسیران اور غازیوں کے ہزاروں گھرانوں کی کفالت بھی ہماری اجتماعی ذمہ داری ہے جس سے سبکدوش ہونے کا طریقہ یہی ہے کہ جولوگ اس کام کا بیڑہ اُٹھائے ہوئے ہیں انہیں اسباب فراہم کئے جائیں تاکہ وہ اس ذریعے سے مستحقین تک پہنچ سکیں۔رمضان المبارک کا مہینہ اس کام کے لئے خصوصی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں ہر عمل کا ثواب کئی گنا بڑھ جاتا ہے اور پھر عمل بھی ایسا جس کا ثواب عام حالات میں بھی گنتی سے باہر ہے۔

اب کون حرمان نصیب ہوگا جو اس موقع سے فائدہ اُٹھانے میں غفلت برتے گا۔

بقیہ: آقا مدنی ﷺ کا رمضان

کاش آج ہمارا اور ہمارے سارے مسلمان بھائیوں کا رمضان المبارک گزارنے اوراس کی برکات کے حصول کا ہدف ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ کے نقش قدم پر اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اتباع میں جہاد کا شوق اور جذبہ جہاد اجاگر کرنا ہی ہوجائے تو شاید اس سے امت مسلمہ کی تقدیر بدل جائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ماہِ صیام کی صحیح قدر پہچاننے کی توفیق عطا فرمائے، ہمیں ظاہری و باطنی اصلاح نصیب فرمائے، ہمارے روزوں، قیام، تلاوت اور صدقات کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، ہمارے دلوں میں تقویٰ، اخلاص اور امت کی خیر خواہی پیدا کرے، ہمیں صبر و استقامت کا پیکر بنا دے اور اس رمضان کو ہمارے لیے مغفرت، رحمت اور نجات کا ذریعہ بنا دے۔ یارب! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرما، ہمیں اپنے دین کا سچا خادم بنا اور پوری امتِ مسلمہ پر اپنا خاص فضل وکرم نازل فرما۔ (آمین یارب العالمین)

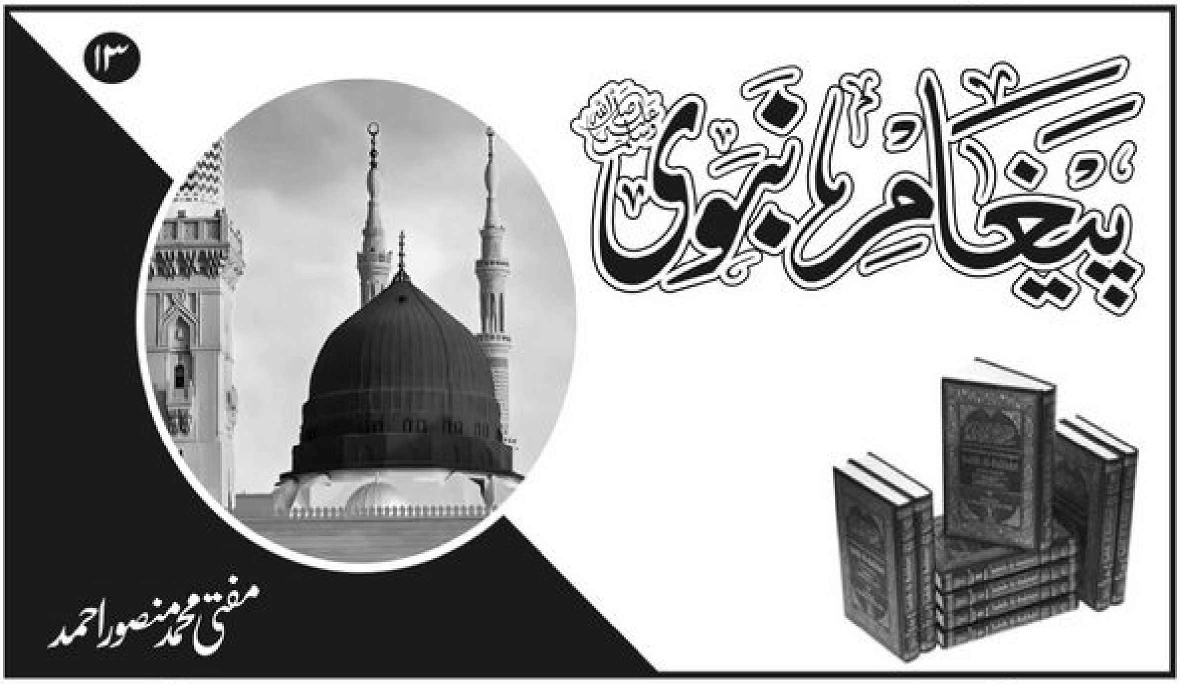

آپ اچھی نیت کریں، اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمائیں گے!

إِنْ تَصْدُقِ اللهَ يَصْدُقْكَ (معجم کبیر طبرانی:7108)

''اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا وعدہ کیا ہے تو وہ تمہارا مقصد ضرور پورا فرمائے گا!''

☆ ایک دیہاتی صحابی جن کا نام نہ سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی اُن کو جانتا تھا!

وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور ہجرت و جہاد کیلئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی، تھوڑے ہی دنوں کے بعد ایک جنگ ہوئی جس میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطاء فرمائی، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تو وہ اپنے حصے کا مال اُٹھائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! میں نے اس مال کو حاصل کرنے کیلئے تو آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی!

میں نے تو اس لیے بیعت کی تھی کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے راستے میں یہاں تیر لگے جو یہاں سے پار ہو جائے! یہ کہتے ہوئے انہوں نے اپنی گردن کی طرف اشارہ فرمایا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا: اگر تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچا وعدہ کیا ہے تو وہ تمہارا مقصد ضرور پورا فرمائے گا!

اگلی جنگ میں انہوں نے شہادت کا مرتبہ حاصل کیا اور جب انہیں نبی کریم ﷺ کے سامنے لایا گیا تو اُن کی گردن میں اسی جگہ پر تیر لگا ہوا تھا جہاں انہوں نے اشارہ فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس شخص نے اللہ تعالیٰ سے بالکل سچا وعدہ کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسے سچا کر دکھایا!

☆ آپ بھی اس بات کو ایک اصول کے طور پر یاد رکھیں کہ: جس کی نیت اچھی ہوگی وہ اپنی مراد کو ضرور پہنچے گا!

☆ اگر آپ تہجد کی سچی طلب رکھتے ہیں تو آپ کی ضرور مدد کی جائے گی!

☆ اگر آپ حفظِ قرآنِ مجید کی سچی تڑپ رکھتے ہیں تو "فاتحہ" سے لے کر "الناس" تک سارا قرآنِ مجید آپ کی زبان پر پانی کی طرح رواں ہو جائے گا، یہاں تک کہ اگر آپ اپنی منزل تک نہ بھی پہنچ سکے تو یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ خالص نیت کی وجہ سے آپ کو مکمل حفظ کرنے والے کی طرح ثواب ملے گا!

☆ غزوۂ تبوک سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا تھا:

مدینہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمہارے ساتھ اس اجر و ثواب میں پورے پورے شریک ہیں جو تم نے اس لمبے سفر کو طے کر کے اور ان دشوار گزار وادیوں کو عبور کر کے حاصل کیا ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو بیماری کی وجہ سے تمہارے ساتھ سفر میں شریک نہیں ہو سکے! (مسند احمد: 14149)

اللہ تعالیٰ سے حساب کتاب کا معاملہ نہ کریں!

لَا تُحْصِي فَيُحْصِيَ اللهُ عَلَيْكِ (السنن الکبریٰ للنسائی: 2341)

"آپ اللہ تعالیٰ کے راستے میں گن گن کر نہ دیں ورنہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو گن گن کر دے گا"

☆ ایک سوال کرنے والا نبی کریم ﷺ کے دروازے پر آیا، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کچھ دینے کا حکم دیا، جب خادمہ اسے دینے کیلئے کوئی چیز لے کر آئی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے بلایا اور اس چیز کو دیکھنے لگیں!

نبی کریم ﷺ نے ان سے فرمایا: مولانا زبیر طیب

آپ کوئی چیز بنا دیکھے، بغیر حساب کتاب اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ نہیں کرتیں؟

اللہ تعالیٰ کے راستے میں گن گن کر نہ دیں ورنہ اللہ تعالیٰ بھی آپ کو گن گن کر دے گا!

☆ صرف اللہ کی ذات پر یقین ہی ایسی چیز ہے جو آپ کو ایسے وقت میں قدم اُٹھانے پر آمادہ کرتا ہے!

☆ جب آپ تنگدستی کا شکار ہونے کے باوجود اپنے سے زیادہ تنگدست شخص کی مدد کرتے ہیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا بدلہ اگرچہ دیر سے بھی ملے، لیکن وہ انتہائی خوش کر دینے والا اور حیرت انگیز ہوگا!

☆ آپ کی تنخواہ زیادہ نہیں لیکن آپ پھر بھی اس کا کچھ حصہ یتیموں کیلئے ضرور الگ کرتے ہیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ بہت قدر دان ہے اور وہ جلد ہی اس کا اجر آپ کو ضرور عطاء فرمائے گا!

☆ زندگی میں چیزوں کو صرف ظاہری آنکھوں سے دیکھنا انسان کو کنجوس اور بخیل بنا دیتا ہے، لیکن انہی چیزوں کو دل کی آنکھوں سے دیکھنا انسان کو سخی بناتا ہے!

☆ یہ بالکل ٹھیک ہے کہ انسان کو مصلحت، حساب کتاب اور غور و فکر سے کام لینا چاہیے، لیکن اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرتے وقت ہمیشہ حساب کتاب سے کام نہ لیں!

اس امت کا ہر باصلاحیت شخص اہم ہے!

اهْجُهُمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ (صحيح بخاري: ٦١٥٣)

''ان (مشرکین مکہ) کی مذمت کرتے رہو، جبریل تمہارے ساتھ ہے''

☆ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے درمیان مقابلہ اپنے عروج پر پہنچ گیا، عرب لوگوں کے کلام کا وار ان کی تلواروں کے وار سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا تھا!

اس موقع پر سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی شاعری کے ذریعے اسلام اور پیغمبرِ اسلام ﷺ

کی عزت کا دفاع کرنے کیلئے میدان میں اُترے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا:

ان (مشرکین مکہ) کی مذمت کرتے رہو، جبریل تمہارے ساتھ ہے!

☆اس دین کے بہت سارے پہلو اور شعبے ہیں، اس دین میں ہر طرح کی صلاحیت رکھنے والے اہل انسانوں سے فائدہ اُٹھانے کی گنجائش موجود ہے!

☆اسلام جس کا دفاع پہلے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالٰی عنہ کی تلوار کے ذریعے ہو رہا تھا، آج مسجد نبوی شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس کا دفاع سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ کے اشعار کے ذریعے ہو رہا ہے!

☆ایک باصلاحیت شخص دوسرے باصلاحیت شخص کے دائرہ کار میں اس کی ضرورت کو ختم نہیں کرسکتا، ہر شخص کا اپنا ایک اندازِ جنگ ہے جس میں اس نے کمال حاصل کرنا ہے!

☆ایک عالم اور فقیہ لوگوں کے ایمان کی سرحدات کی حفاظت کرتا ہے اور ایک سپاہی اسلامی وطن کی سرحدات کی حفاظت کرتا ہے!

☆انجینئر ایک راستہ تعمیر ہے، اور ماں ایک نسل تیار کرتی ہے!

☆توانائی کا وزیر بجلی اور روشنی کو بحال رکھتا ہے اور اسکول میں عزت مآب استاد دلوں میں روشنی پیدا کرتا ہے!

☆ڈاکٹر ایک بیمار جسم کا علاج کرتا ہے، اور دین کی طرف دعوت دینے والا ایک بیمار روح کا علاج کرتا ہے!

☆ہم میں سے ہر ایک شخص اپنے اپنے شعبے میں اہم اور ناگزیر ہے!

☆لہٰذا یہ کبھی نہ پوچھیں کہ یہ امت کب بیدار ہوگی؟!

☆ضروری یہ ہے کہ پہلے آپ خود بیدار ہو جائیں!

اللہ تعالیٰ ہمیں ''یقین'' جیسی قیمتی شئی سے نوازیں۔ اللہ تعالیٰ ''یقین'' کی دولت نصیب فرمائیں۔

آمین

یقین بڑی شے ہے

جب کسی بات کا یقین انسان کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے تو یہ یقین اس کے عمل میں جھلکنے لگتا ہے۔ اس کا عمل بتاتا ہے کہ اسے اس چیز کے متعلق یقین ہے یا نہیں۔ اس کی بہت آسان سی مثال یوں سمجھئے کہ ہم سب یہ یقین رکھتے ہیں کہ ''آگ'' جلاتی ہے۔ ''آگ'' کے بارے میں ہمیں مکمل یقین ہے کہ اگر اس کو چھوئیں گے اور ہاتھ لگائیں گے تو ہاتھ جل جائے گا۔ اس لئے ہمارا عمل کیا ہوتا ہے؟ ہم آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتے بلکہ اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ کسی شئی کے متعلق یقین نہیں بھی ہوتا بلکہ صرف گمان ہوتا ہے کہ یہ چیز مجھے تکلیف دے سکتی ہے تب بھی ہم اس چیز سے احتراز کرتے ہیں اور اس سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ سانپ۔ ہمیں معلوم ہے کہ تمام سانپ زہریلے نہیں ہوتے، لیکن محض یہ گمان کہ شاید یہ نقصان پہنچا دے، ہمیں اس سے دور بھاگنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ہم تحقیق نہیں کرتے کہ یہ سانپ کس نسل سے تعلق رکھتا ہے، اس کے دانتوں میں زہر ہے یا نہیں، بلکہ دل میں بیٹھا ہوا شبہ ہی ہمیں فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دل میں کسی چیز کا ''یقین'' پیدا ہو جانا یا گمان کا پیدا ہو جانا یہ کوئی معمولی چیز

نہیں بلکہ بڑی شئی ہے۔

مؤمن کا یقین

دل جب کسی بات کو مان لیتا ہے تو ہاتھ، پاؤں، آنکھیں، زبان اور پورا وجود خود بخود اس مانے ہوئے یقین کے تابع ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک حقیقی مومن کے لیے ”ایمان“ محض زبان سے کہے گئے چند جملوں کا نام نہیں بلکہ دل میں اتر جانے والی وہ حقیقت ہے جو انسان کے عمل، رویے، ترجیحات اور فیصلوں کو بدل دیتی ہے۔ ایمان جب دل میں جگہ بنا لیتا ہے تو انسان کا جینا مرنا، اٹھنا بیٹھنا، پسند ناپسند اور خوف و امید سب بدل جاتے ہیں۔ جب ایک مادی چیز کا یقین، کسی کا گمان، ایک اندیشہ، ایک شبہ ہمارے عمل کو اس قدر متاثر کر سکتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے واضح وعدوں پر ہمارا ”یقین“، ہمیں کیوں نہیں بدلتا؟ کیوں ہمیں یہ یقین نہیں آتا کہ نیکی کا اجر یقینی ہے، محنت کا پھل مل کر رہتا ہے، مصیبتوں پر صبر کرنے والوں کے لیے انعامات ہیں، دین پر ثابت قدمی دکھانے والوں کے لیے کامیابی ہے، اور گناہوں، ظلم، ناانصافی اور سرکشی پر پکڑ ہے؟ ہم جانتے سب کچھ ہیں، مگر مانتے کچھ بھی نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ رزق اللہ کے ہاتھ میں ہے، مگر ہم حرام سے بچنے کا خطرہ مول نہیں لیتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ عزت اللہ دیتا ہے، مگر ہم حق بات کہنے سے ڈرتے ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ موت برحق ہے، مگر ہم یوں جیتے ہیں جیسے کبھی مرنا ہی نہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ آخرت ہے، حساب ہے، میزان ہے، جنت اور جہنم ہیں، مگر ہمارے فیصلے اور ہمارے رویے ایسے ہوتے ہیں جیسے یہ سب محض باتیں ہیں اور ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ العیاذ باللہ

یقین نا ہو تو

قرآن مجید میں بار بار ”یوقنون“ کا لفظ آیا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو یقین رکھتے ہیں۔ اگر دل میں ”یقین“، نا ہو یا اگر ہو مگر اس میں ضعف پیدا ہو چکا ہو تو پھر ہمارے اعمال میں اس کا اثر ظاہر ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ ہم کمزور پڑنے لگتے ہیں۔ دل میں وساوس پیدا ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔ در

در کی محتاجی اور بے حمیتی پیدا ہونے لگتی ہے۔ بزدلی اور خوف مسلط ہونے لگتا ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے وعدے کو سنتے ہیں مگر اس پر اعتماد نہیں رہتا۔ احکامات کو جانتے ہیں مگر اس کے مطابق زندگی گزارنا مشکل لگنے لگتا ہے۔ ہمارے معاشی، معاشرتی اور اخلاقی رویوں میں بگاڑ پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ دنیا کی مصیبتوں پر صبر نہیں رہتا۔ دنیا سے محبت اور موت سے خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ آج امتِ مسلمہ جن حالات سے گزر رہی ہے، اس کی بڑی وجہ یہی ہے۔ اسی کمزور یقین نے ہمیں بے حس، بے عمل اور بے حمیت بنا دیا ہے۔

یقین قیمتی چیز ہے

صحابہ کرامؓ کا یہی یقین تھا جس نے انہیں ہمارے لئے مشعل راہ بنا دیا۔ ان کے پاس نہ جدید اسلحہ تھا، نہ بڑی فوجیں، نہ مضبوط قلعے، مگر انہیں اللہ کے وعدوں پر ایسا یقین تھا کہ وہ دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کے سامنے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے۔ انہیں یقین تھا کہ موت بھی اگر آ گئی تو یہ شکست نہیں بلکہ کامیابی ہے، کیونکہ شہادت ان کا انجام ہے۔ انہوں نے اپنی تلواروں سے دنیا کے اکثر حصے میں اسلام کو نافذ کر دیا۔

آج ہم اسی دین کے ماننے والے ہیں، اسی قرآن کے حافظ و قاری ہیں، اسی نبی ﷺ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، مگر ہمارا یقین کمزور ہو چکا ہے۔ یقین کا تقاضا یہ ہے کہ انسان نتائج اللہ کے سپرد کر دے۔ جیسے ہم آگ کے قریب جاتے ہوئے یہ نہیں سوچتے کہ شاید آج آگ نہ جلائے، بلکہ یقین کے ساتھ بچتے ہیں، اسی طرح ہمیں گناہ کے قریب جاتے ہوئے بھی یہ یقین ہونا چاہیے کہ یہ ہمیں نقصان دے گا، چاہے وہ نقصان ہمیں فوری نظر آئے یا نہ آئے۔ ہمیں نیکی کرتے ہوئے بھی یہ یقین ہونا چاہیے کہ اس کا اجر ضرور ملے گا، چاہے دنیا میں ملے یا آخرت میں۔ آج ہم اپنے ایمان کا جائزہ لیں۔ یہ دیکھیں کہ ہمارے دل میں اللہ کے وعدے کس درجے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ کیا وہ ہمارے اندر حرارت پیدا کرتے ہیں یا محض معلومات کی صورت میں محفوظ ہیں؟ کیا ہمیں جنت کی طلب واقعی بے چین کرتی ہے؟ کیا ہمیں جہنم کا خوف واقعی روک لیتا ہے؟

یقین کریں کہ ''رب'' ہے۔یقین کریں کہ وہی ہم سب کا حقیقی ''مالک'' ہے۔یقین کریں کہ اس کی مرضی کے بغیر اس کائنات کا پتہ بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرسکتا۔یقین کریں کہ وہی اور صرف وہی ہر چیز کا حقیقی ''خالق'' ہے۔یقین کریں کہ وہ آپ کے ہر عمل کو دیکھتا ہے۔یقین کریں کہ وہ ہماری ظاہری اور باطنی تمام احوال کا جاننے والا ہے۔یقین کریں کہ دنیا محض چند دن کی مسافرت کا نام ہے۔یقین کریں کہ دنیا ایک قید خانہ ہے۔یقین کریں کہ دنیا مستقل رہنے کی جگہ نہیں ہے۔ یقین کریں کہ آخرت میں ہمارا اصلی اور بہترین ٹھکانہ ہے۔یقین کریں کہ وہ ہمارے ہر نیک عمل کا بہترین قدردان ہے۔وہ آنکھ سے بہنے والے آنسوؤں سے واقف ہے۔یقین کریں کہ وہ لرزتے اور کپکپاتے جسموں کی حرکتوں کو خوب پہچانتا ہے۔یقین رکھیں کہ وہ راتوں کو سجدوں میں گر کر ہچکیوں کی آوازوں کو رائیگاں نہیں جانے دیتا۔یقین کریں کہ مر کر پھر دوبارہ جی اٹھنا ہے۔یقین کریں کہ جنت میں بہتی نہریں ہیں۔یقین کریں کہ وہاں خوشنما باغ ہیں۔یقین کریں کہ جنت میں محلات ہیں۔یقین کریں کہ ہماری ساری آرزوؤں کے پورا ہونے کی وہ سب سے بہترین جگہ ہے۔یقین رکھیں کہ وہ اپنے بندوں کو ایسے نواز دے گا جس کا کوئی گمان تک نہیں کرسکتا اور کسی انسان کے دل میں اُن انعامات کا حاشیہ خیال تک پیدا نہیں ہوسکتا۔یقین رکھیں کہ وہ ظالموں میں سے جس کو چاہے گا ایسا دردناک عذاب دے گا جس کا کسی نے تصور تک نہیں کیا ہوگا۔

معلوم ہوا ''یقین'' بہت قیمتی چیز ہے۔''یقین'' بہت پیاری چیز ہے۔''یقین'' ہمارے دلوں میں اتر جائے تو ہمارے اعمال پر اثر کرے گا۔ہمارا عمل گواہی دے گا کہ ہمیں ''یقین'' ہے یا نہیں۔ یااللہ! ہم آپ سے ایسا ''یقین'' مانگتے ہیں جس کے بعد کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ بچتی ہو۔ یااللہ! ہم آپ کی توفیق کے محتاج ہیں ہمیں ''یقین'' کی دولت سے نواز دیجئے اور اسے ہمارے عمل میں جاری فرمادیجئے!! آمین یارب العالمین

اور امانتداری نبیوں اور فرشتوں والی خصلت ہے، اللہ رب العزت نے سورۃ الشعراء میں نبیوں کی یہ خصلت یوں بیان فرمائی ہے:

حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت ہود علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت صالح علیہ الصلوٰۃ والسلام، حضرت لوط علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لے کر فرمایا کہ ان تمام پیغمبروں میں سے ہر ایک نے اپنی قوم کو دعوت دین دیتے ہوئے کہا:

اِنِّیۡ لَکُمۡ رَسُوۡلٌ اَمِیۡنٌ [الشعراء:۱۰۷]

''یقیناً میں تمہارے لیے امانت دار رسول ہوں۔''

معلوم ہوا امانت و دیانت نبوی خصلت ہے، پیغمبروں نے قوموں سے گالیاں سن کر اذیتیں اٹھا کر اور سخت ترین مزاحمت پا کر بھی ذمہ داری میں کوتاہی نہیں کی، اللہ کا دین امانت و دیانت کے ساتھ لوگوں تک پہنچایا اور کسی دنیوی لالچ اور مفاد کے بغیر انتہائی کامل طریقے سے عہدہ نبھایا۔

اور یہ (امانت و دیانت) ملائکہ (فرشتوں) کی صفت اور خصلت ہے اللہ رب العزت نے سورۃ الشعراء میں فرمایا:

نَزَلَ بِہِ الرُّوۡحُ الۡاَمِیۡنُ [الشعراء:۱۹۳]

''یہ قرآن امانت دار فرشتہ (جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام) لے کر اترا ہے۔''

اور سورۃ التکویر میں حضرت جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ [التکویر:۲۱]

''اس کی وہاں (یعنی آسمانوں پہ) اطاعت کی جاتی ہے (فرشتے اس کا کہا مانتے ہیں) اور یہ امانتدار بھی ہے۔''

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قبل از نبوت بھی صادق اور امین کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبل از نبوت امانتداری کا بے مثال نمونہ پیش فرمایا حتیٰ کہ اعلان نبوت اور دعوت توحید کے بعد جب لوگ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خون کے پیاسے بن گئے تب بھی لوگ اپنی امانتیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امانتداری اس قدر معروف ومشہور تھی، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی مال ومتاع اور عہدہ ومنصب میں انتہائی امانتدار اور دیانتدار تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ قومی مال میں کس قدر محتاط تھے، بیت المال میں سے اتنا کم وظیفہ لیتے تھے کہ گھر میں میٹھی چیز نہیں پک سکتی تھی، ایک دن بیوی نے کوئی میٹھی چیز کھانے کی خواہش ظاہر کی جواب دیا: ابوبکر کے وظیفے میں گنجائش نہیں ہے۔ بیوی نے یومیہ وظیفے سے تھوڑا تھوڑا روزانہ جمع کرنا شروع کیا اور کئی دنوں کے بعد ایک میٹھی چیز پکائی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے پوچھا: میرے وظیفے میں تو گنجائش نہیں یہ میٹھی کیسے تیار ہوگئی ہے؟ بیوی نے جواب دیا: یومیہ وظیفے سے روزانہ تھوڑا تھوڑا بچا کر یہ چیز پکالی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فوراً بیت المال کے نگران کو بلایا اور جتنا خرچہ بیوی نے یومیہ بچایا اتنا یومیہ وظیفہ کم کرنے کا حکم جاری فرمادیا کہ اس کے بغیر ابوبکر کا گزارا ہو سکتا ہے۔

اور صحیح البخاری میں حدیث ہے جب آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ آخری ایام میں بیمار ہوئے ایک بوسیدہ چادر اوڑھ رکھی تھی اسے زعفران کا معمولی داغ لگا ہوا تھا، فرمایا: جب میں وفات پا جاؤں تو یہ کپڑا دھو لینا اور دو اور کپڑے لے کر مجھے تین کپڑوں میں کفن دینا۔ گھر والوں نے کہا یہ تو پرانا کپڑا ہے؟ آپ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا: مردے کی نسبت زندہ شخص نئے کپڑوں کا حقدار ہے مجھے انہی پرانے اور

بوسیدہ کپڑوں میں کفن دینا۔[صحیح البخاري، کتاب الجنائز، باب موت یوم الاثنین، رقم:۱۳۸۷]

کس قدر امانت و دیانت ہے اور جہاں تک ذمہ داری نبھانے کی بات ہے تو صرف اتنا ہی کافی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے صرف دو سالہ دور خلافت میں جتنے سنہری کارنامے سرانجام دیئے وہ انہی کا حصہ تھے۔

دوسری خصلت:

إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ

''منافق جب بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے۔''

جھوٹ بولنا بدترین گناہ ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

إِيَّاكُمْ وَالْكَذِبَ[صحیح مسلم، کتاب البر والصلة، باب قبح الکذب وحسن الصدق وفضله، رقم الحدیث:۲۶۰۷]

لوگو! جھوٹ سے بچ جاؤ، جھوٹ گناہ کی راہ دکھلاتا ہے اور گناہ جہنم کی راہ پر ڈالتا ہے، جو شخص ہمیشہ جھوٹ ہوتا ہے اور جھوٹ کو ہی تلاش کرتا ہے اسے اللہ کے ہاں کذاب (انتہائی جھوٹا) لکھ دیا جاتا ہے، جھوٹ بدترین خیانت بھی ہے، حضرت سفیان بن اسد حضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا:

كَبُرَتْ خِيَانَةً أَنْ تُحَدِّثَ أَخَاكَ حَدِيْثًا هُوَ لَكَ بِهٖ مُصَدِّقٌ وَ أَنْتَ لَهٗ بِهٖ كَاذِبٌ۔[سنن أبي داؤد، کتاب الأدب، باب فی المعاریض، رقم:۴۹۷۱]

''سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا سمجھے جب کہ تو جھوٹ اسے بولتا ہو۔''

آج ہمارے معاشرے میں جھوٹ رچ بس چکا ہے، خصوصاً موبائل نے تو اچھے اچھے لوگوں کو جھوٹ پر لگا دیا ہے گھر، دکان، کارخانے اور دفتر میں بیٹھے ہوں گے اور فون کرنے والے کو چلائیں گے ہم سفر میں ہیں، لوگ آج جھوٹ کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھتے بلکہ یہ ذہن بن چکا ہے کہ جھوٹ کے

بغیر کاروبار ہی نہیں چلتا، اپریل فول کے نام سے یوم جھوٹ منایا جاتا ہے، جس میں بڑے بڑے جھوٹ مارے جاتے ہیں جتنا کوئی بڑا جھوٹ بولے اتنا بڑا انعام پاتا ہے اور معاشرے میں بڑا عقلمند اور ہوشیار سمجھا جاتا ہے، جبکہ جھوٹ وہ بدترین گناہ ہے جسے تمام معاشروں میں برا سمجھا جاتا ہے لیکن لوگ اسے برا جاننے کے باوجود چھوڑنے کو تیار نہیں، اور بعض موقعوں پر تو جھوٹ بولنا فیشن بن چکا ہے جبکہ جھوٹ بولنا اور جھوٹ سننا سب منافقوں کی علامتیں ہیں اور یہ موجب لعنت گناہ ہے، اس کے برعکس سچ بولنا نبوی صفت ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا [مریم:۴۱]

امام الانبیاء سید الرسل صاحب لواء الحمد جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے قبل از نبوت بھی کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا اس کی گواہی اپنوں اور بیگانوں سب نے دی۔

جناب ابوسفیان نے (قبول اسلام سے قبل) ہرقل کے دربار میں ہرقل کے مختلف سوالوں کے جوابات دیئے جو اس نے رسول اللہ ﷺ کے متعلق پوچھے تھے، اس نے ایک سوال یہ پوچھا: کیا دعوائے نبوت سے قبل تم نے کبھی اس کی زبان سے جھوٹ سنا؟ تو ابوسفیان نے جواب دیا: ہم نے قبل از اعلان نبوت اس کی زبان سے جھوٹ نہیں سنا۔ [صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۷، و۲۹۴۱، و صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۷۷۳]

کیسی زبردست گواہی اور شہادت ہے؟ اور اسی طرح جب آپ ﷺ نے سارے عزیز و اقارب جمع کر کے پوچھا تھا:

"بتلاؤ! تم نے مجھے چالیس سالہ دور میں سچا پایا کہ جھوٹا؟"

تو سب نے بیک زبان کہا تھا کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچا پایا ہے آپ سے کبھی جھوٹ نہیں سنا۔

تیسری خصلت:

إِذَا عَاهَدَ غَدَرَ

"منافق جب کوئی عہد معاہدہ اور وعدہ کرتا ہے تو اس میں غداری کرتا ہے۔"

عہد شکنی کرتا ہے، عہد شکنی اور وعدہ خلافی بدترین گناہ ہے اور اس میں اللہ کے ساتھ کیے گئے عہد معاہدے بھی شامل ہیں اور بندوں کے ساتھ کیے گئے جائز عہد معاہدے بھی شامل ہیں، حتیٰ کہ کافروں کے ساتھ کیے گئے جائز عہد معاہدے بھی اس میں داخل ہیں بدعہدی اور وعدہ خلافی کافروں کے ساتھ بھی جائز نہیں، بلکہ یہ معاملہ اس قدر حساس ہے کہ معاہدے کی آخری تاریخ آنے سے قبل ان کافروں کی طرف لشکر روانہ کرنے کی ابتداء کرنا بھی جائز نہیں۔

حضرت سلیم بن عامر بیان کرتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رومیوں سے معاہدہ کر رکھا تھا، (جب معاہدہ ختم ہونے کے قریب آیا) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روم کی طرف لشکر روانہ کرنے شروع کر دیئے تاکہ لشکر قریب پہنچ جائیں اور جونہی معاہدے کی مدت ختم ہو فوراً حملہ کر دیں (تاکہ دشمن کو تیاری کا موقع نہ ملے)، ایک دن اس طرح دستے روانہ کر رہے تھے دور سے ایک سوار آیا جو گھوڑے پر سوار تھا اس نے دور سے آواز لگائی:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ وَفَاءٌ لَا غَدْرٌ

''وعدہ پورا کرو غداری نہ کرو۔''

جب سوار قریب آیا تو وہ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے انہوں نے آکر کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا:

''جب کسی نے کسی قوم سے عہد معاہدہ کر رکھا ہو تو معاہدہ ختم ہونے سے پہلے کوئی اقدام نہ کرے یا (ان کی طرف سے عہد شکنی کے آثار دیکھنے کی صورت میں) انہیں نقض عہد کی اطلاع کر دے۔''

سلیم بن عامر کہتے ہیں: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حدیث سنتے ہی ساری فوجیں واپس بلا لیں۔ [سنن أبي داؤد، كتاب الجهاد، باب في الإمام يكون بينه و بين العدو عهد فيسير نحوه. رقم: ٢٧٥٩]

اللہ رب العزت نے وعدے پورے کرنے کی تاکید شدید فرمائی ہے:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ [المائدة:١]

''اے ایمان والو! عہد و پیمان پورے کرو۔''

دوسرے مقام پر خالق ارض وسماء نے فرمایا:

وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا [الأنعام: ۱۵۲]

''اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا اس کو پورا کرو۔''

اور اللہ رب العزت نے سورۃ الاسراء میں فرمایا:

وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْـُٔوْلًا [الإسراء: ۳۴]

''اور وعدے پورے کرو کیونکہ قول وقرار کی باز پرس (پوچھ کچھ) ہونے والی ہے۔''

اور وعدے کی پاسداری نبیوں والی صفت ہے، اللہ رب العزت نے سورہ مریم میں فرمایا:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا

[مریم: ۵۴]

''اس کتاب میں اسماعیل (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا واقعہ بھی بیان کرو وہ بڑا ہی وعدے کا سچا تھا اور تھا بھی رسول اور نبی۔''

اور یہ متقیوں اور مؤمنوں کی صفت ہے، اللہ رب العزت نے سورۃ المؤمنون اور المعارج میں بیان فرمایا: وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ [المؤمنون: ۸، المعارج: ۳۲]

''جو اپنی امانتوں اور وعدے کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

آج وعدہ خلافی کی ایک بدترین شکل یہ ہے کہ لوگ وعدہ کرتے وقت دل میں نیت ہی یہ رکھتے ہیں کہ وعدہ پورا نہیں کرنا، مثلاً کسی شخص کے پیسے دینے ہیں وہ مطالبہ کرتا ہے اسے محض ٹالنے کے لیے کہ دس یا پندرہ دن بعد آنا حالانکہ اندرون خانہ علم ہے کہ میں پندرہ دن کے بعد بھی پیسے نہیں دے سکتا، لیکن وعدہ کرلیا تاکہ پندرہ دن تو یہ ٹلا رہے جب پندرہ دن گزر جائیں گے تو پھر دیکھی جائے گی۔

چوتھی خصلت:

إِذَا خَاصَمَ فَجَرَ ''منافق جب لڑتا جھگڑتا ہے تو گالیاں بکتا ہے سب وشتم کرتا ہے۔''

لمحہ فکریہ:

رسول اللہ ﷺ نے تو لڑائی اور جھگڑے میں گالی دینا منافق کی خصلت قرار دیا ہے لیکن آج لوگ لڑائی جھگڑے کے بغیر ہی بات بات پر گالی دیتے ہیں سواری کو گالی، مشین کو گالی، ساز و سامان کو گالی، ہوا کو گالی، کھانے پینے کی اشیاء کو گالی، جانوروں کو گالی حتیٰ کہ دو دوست آپس میں ملاقات کرتے ہیں تو گالی دے کر حال پوچھتے ہیں، یہ طرز عمل تو منافقت سے بھی زیادہ خطرناک ہے جبکہ مسلمان کو گالی دینا کبیرہ گناہ ہے:

سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ

[صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۴۸، و صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۴]

حتیٰ کہ لوگ اپنی آل اولاد کو ایسی گالیاں دیتے ہیں جو اپنے آپ پر لوٹ آتی ہیں، لوگ ان چیزوں کو گالیاں دیتے ہیں جو اللہ کے حکم کی پابند ہیں، مثلاً: ہوا اللہ کے حکم سے چلتی ہے اگر ہوا مرضی کی نہ ہو تو بے دین لوگ ہوا کو بھی گالیاں دینے لگ جاتے ہیں، حالانکہ نبی ﷺ نے ہوا کو گالی دینے سے سختی سے منع فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الرِّيحُ مِنْ رَوْحِ اللهِ تَأْتِي بِالرَّحْمَةِ وَ تَأْتِي بِالْعَذَابِ فَإِذَا رَأَيْتُمُوهَا فَلَا تَسُبُّوهَا وَسَلُوا اللهَ خَيْرَهَا وَ اسْتَعِيذُوا بِاللهِ مِنْ شَرِّهَا

[سنن ابو داؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول اذا هاجت الریح، رقم: ۵۰۹۷]

”ہوا اللہ کی طرف سے آتی ہے کبھی رحمت لاتی ہے اور کبھی عذاب اس کو برا نہ کہو بلکہ اللہ تعالیٰ سے اس کی بھلائی کا سوال کیا کرو اور اس کے شر سے پناہ طلب کرو۔“

دوسری حدیث میں نبی ﷺ نے فرمایا:

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوا پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

لَا تَلْعَنِ الرِّیحَ فَإِنَّهَا مَأْمُورَةٌ، وَإِنَّهُ مَنْ لَعَنَ شَيْئًا لَيْسَ لَهُ بِأَهْلٍ رَجَعَتِ اللَّعْنَةُ عَلَيْهِ[جامع الترمذی، رقم الحدیث:١٩٧٨،و سنن أبی داؤد، کتاب الأدب، باب فی اللعن، رقم:٤٩٠٨]

''ہوا پر لعنت نہ کرو ہوا تو اللہ کے حکم کی پابند ہے اور جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کا استحقاق نہیں رکھتی تو لعنت بھیجنے والے کی جانب واپس آجاتی ہے۔''

اورلوگ دوسروں کے ماں باپ کو گالی دے کر اپنے ماں باپ کو گالی دلواتے ہیں جو کہ خطرناک گناہ ہے اور آج تو ایسی نااہل اولاد بھی ہے جو ڈائریکٹ اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتی ہے، دھکے دے کر مارکوٹ کے گھر سے باہر تک نکال دیا جاتا ہے، بوڑھا باپ بیچارہ کبھی کسی کے دروازے پر محبت کی بھیک مانگتا ہے، کبھی کسی بیٹی سے پیار کا سوال کرتا پھرتا ہے، کبھی رشتہ داروں اور محلے والوں سے اپنی نااہل اولاد کا رونا روتا ہے۔

هَدَانَا اللهُ وَإِيَّاهُمْ

بہرحال منافق کی بری خصلت ہے کہ وہ لڑائی جھگڑے کے وقت گالی دیتا ہے جبکہ مومن اپنی زبان ہمیشہ صاف رکھتا ہے۔

یہ وہ چار خصلتیں ہیں جو ایک حدیث میں بیان کی گئی ہیں، اس کے علاوہ دیگر احادیث میں جو خصلتیں مذکور ہیں وہ بھی بالاختصار ذکر کرتے ہیں، مقصد صرف یہ ہے کہ ہم منافقوں والی عادتوں اور خصلتوں سے بچ جائیں اور کھرے مخلص اور باعمل مؤمن بن جائیں۔

(جاری ہے)

مولانا عبد الحفیظ امیر پوری

آقا محمد ﷺ کا رمضان المبارک

ماہِ صیام کی آمد آمد ہے اور اس بابرکت اور عظیم مہینے کی عبادت کی اہمیت ہر باعمل مسلمان پر واضح ہے۔ ہر سال جب رمضان المبارک قریب آتا ہے تو ہمارے دلوں میں شوق، محبت اور روحانی تازگی کی ایک لہر دوڑ جاتی ہے۔ تاہم ہمارا ایک عام تصور یہ بن چکا ہے کہ اس مہینے کا حق شاید اسی وقت ادا ہوتا ہے جب ہم اپنی تمام مصروفیات محدود کر کے، میل جول کم کر کے، خود کو صرف مسجد اور جائے عبادت تک محدود کر لیں اور دن رات نوافل، تلاوت اور اذکار میں مشغول رہیں۔ اس سوچ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ فضائل رمضان بیان کرتے وقت ہم عموماً وہی احادیث اور واقعات ذکر کرتے ہیں جن سے انفرادی عبادت کا پہلو زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔ گزشتہ کئی صدیوں کے بزرگانِ دین کے تذکروں میں بھی ہمیں یہی نقشہ ملتا ہے کہ رمضان آتے ہی سفر ترک، ملاقاتیں کم اور عبادات میں انہماک زیادہ ہو جاتا تھا۔ یہ طرزِ عمل اپنی جگہ مبارک اور باعثِ اجر ہے، لیکن اگر ہم قرآن مجید کے سیاق و سباق اور سیرتِ نبوی ﷺ پر گہری نظر ڈالیں تو ہمیں رمضان کا ایک وسیع تر اور ہمہ گیر تصور بھی ملتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں روزے کے احکام جس مقام پر بیان ہوئے ہیں، اس سے پہلے حضرت

ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ آتا ہے، بیت اللہ کی تعمیر کا ذکر ہے اور وہ عظیم دعا مذکور ہے جس کے نتیجے میں خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت ہوئی۔ پھر تحویلِ قبلہ کا حکم آتا ہے جس نے امت کو ایک مرکز پر جمع کر دیا اور ہر مسلمان کو یہ شعور دیا کہ تم جہاں بھی ہو، تمہارا رخ ایک ہے اور تمہاری سمت ایک ہے۔ اس کے بعد صبر اور صلوٰۃ کا ذکر ہے، آزمائشوں کا ذکر ہے، راہِ حق میں قربانی اور شہادت کا ذکر ہے، اور باطل قوتوں کے مقابلے کا بیان ہے۔ پھر نیکی کی حقیقت واضح کی جاتی ہے کہ صرف مشرق و مغرب کی طرف رخ کرنا ہی نیکی نہیں بلکہ ایمان، انفاق، صبر اور استقامت اصل نیکی ہیں۔ انہی مضامین کے درمیان روزے کی فرضیت اور اس کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔ گویا رمضان کا حکم ایک ایسے ماحول میں دیا گیا جہاں ایمان کی پختگی، اجتماعی شعور، قربانی اور جدوجہد کی تربیت دی جا رہی تھی۔

اب اگر ہم سیرتِ طیبہ پر نگاہ ڈالیں تو ایک نہایت معنی خیز منظر سامنے آتا ہے۔ روزے 2 ہجری میں فرض ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں 9 رمضان آئے۔ ان میں سے اکثر رمضان ایسے گزرے جو کسی نہ کسی بڑے واقعے، تیاری یا آزمائش کے ساتھ وابستہ تھے۔

پہلا رمضان 2 ہجری میں آیا اور اسی رمضان میں غزوۂ بدر پیش آیا۔ 17 رمضان کو حق و باطل کا پہلا عظیم معرکہ برپا ہوا۔ 313 جانثاروں کا قافلہ مدینہ سے نکلا، اللہ تعالیٰ نے مدد فرمائی اور بدر کو "یوم الفرقان" بنا دیا۔ مسلمانوں کی پہلی عید ایک عظیم فتح کی خوشی کے ساتھ آئی۔ یہ رمضان عبادت کے ساتھ ساتھ عملی اقدام اور جدوجہد کا بھی مظہر تھا۔

3 ہجری کا رمضان مدینہ میں گزرا، مگر اس کے فوراً بعد قریش کی جنگی تیاریوں کی خبریں آنے لگیں۔ عید الفطر بھی دفاعی منصوبہ بندی کے ماحول میں گزری اور شوال میں جنگِ اُحد پیش آئی، جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زخمی ہوئے اور ستر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے جامِ شہادت نوش کیا۔ یہ رمضان گویا آزمائش کی تمہید ثابت ہوا۔

5 ہجری میں غزوۂ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی کا عظیم مرحلہ آیا۔ سردی کے موسم میں،

بھوک اور مشقت کے عالم میں خندق کھودی گئی۔ رجب، شعبان اور رمضان کے ایام اسی تیاری میں گزرے اور شوال میں محاصرہ ہوا۔ یہ رمضان بھی صبر، نظم وضبط اور اجتماعی جدوجہد کی عملی تصویر تھا۔

6 ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق سے واپسی پر واقعۂ افک پیش آیا۔ منافقین کی شرارتوں نے مدینہ کی فضا کو مضطرب کر دیا۔ پورا رمضان ایک طرح کی اندرونی آزمائش میں گزرا۔ 7 ہجری میں صلح حدیبیہ کے بعد نسبتاً پُرامن ماحول میسر آیا اور آپ ﷺ نے صحابہ کو روزے کے احکام اور برکات کی تعلیم دی، لیکن ساتھ ہی عملی ذمہ داریوں کا سلسلہ جاری رہا۔

8 ہجری میں رمضان المبارک کے دوران فتح مکہ کا عظیم واقعہ پیش آیا۔ دس ہزار کا لشکر مکہ کی طرف روانہ ہوا اور 20 رمضان کو مکہ بغیر بڑی جنگ کے فتح ہو گیا۔ یہ رمضان تاریخ ساز تبدیلی کا مہینہ بن گیا۔ 9 ہجری میں سفرِ تبوک کی مشقتیں سامنے آئیں۔ طویل سفر، گرمی، قلتِ وسائل یہ سب کچھ روزے کی حالت میں برداشت کیا گیا۔ واپسی بھی انہی ایام میں ہوئی۔ 10 ہجری کا رمضان مدینہ میں گزرا اور رسول اللہ ﷺ نے پورے مہینے کا اعتکاف فرمایا، گویا عملی جدوجہد اور روحانی خلوت دونوں کی جامع مثال پیش کر دی۔

آپ ﷺ کی حیات طیبہ کے مدنی دور میں 9 ماہ صیام آئے، جن میں رمضان 2ھ جنگ بدر میں اور رمضان 3ھ جنگ احد سے قبل کی تیاری میں صرف ہو گئے، رمضان 5ھ جنگ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی اور جنگی تیاریوں میں گزرا، رمضان 6ھ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی پر منافقین کی شرارت کے نتیجہ میں واقعہ افک کے پریشان کن حالات اور کرب میں گزرا، رمضان المبارک 8ھ فتح مکہ کے سفر اور فتح مکہ اور اس کے بعد جنگی انتظامات میں صرف ہو گیا، 9ھ کا ماہ صیام قیصر روم کے مقابلے میں جنگ کے لیے لشکر کی روانگی، قیام اور واپسی میں گزر گیا۔ صرف 4ھ، 7ھ، 10ھ کے 3 ماہِ صیام مدینے میں حالت امن میں گزرے۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس ماہ کی عبادت کے نتیجے میں حاصل توانائی اور روحانی جذبے اور شوق کا اصل ہدف سوائے جہاد کے اور کچھ نہ تھا۔

بقیہ صفحہ ۱۳ پر

بسم الله الرحمٰن الرحيم

ادعیہ نبویہ (صلوٰۃ اللہ علیٰ صاحبہا)

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّ اَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَۃِ الْمَسَاکِیْنِ

ترجمہ یا اللہ! مجھے مسکین ہی زندہ رکھیے اور مسکین ہی اُٹھائیے اور مساکین کے زمرے میں ہی میرا حشر فرمائیے۔

ابن ماجہ، رقم: ۴۱۲۲

اَللّٰھُمَّ اسْتُرْ عَوْرَتِیْ وَاٰمِنْ رَوْعَتِیْ وَاقْضِ عَنِّیْ دَیْنِیْ

ترجمہ یا اللہ! میرے عیب کی پردہ پوشی فرمائیے اور مجھے خوف سے امن دیجئے اور میرے قرضے کو ادا فرما دیجئے۔

الطبرانی، رقم: ۳۷۱۰

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ خَطَایَایَ وَذُنُوْبِیْ کُلَّھَا اَللّٰھُمَّ انْعِشْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَاھْدِنِیْ لِصَالِحِ الْاَعْمَالِ وَالْاَخْلَاقِ فَاِنَّہٗ لَا یَھْدِیْ لِصَالِحِھَا وَلَا یَصْرِفُ عَنْ سَیِّئِھَا اِلَّا اَنْتَ

ترجمہ یا اللہ! میری سب خطائیں اور سب گناہ معاف فرما دیجئے اور مجھے بلند فرما دیجئے اور میرے حال کو درست کر دیجئے اور اچھے اعمال اور اچھے اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرمائیے کیونکہ آپ ہی اچھے اعمال و اخلاق کی طرف رہنمائی کر سکتے ہیں اور (آپ ہی) بُرے اعمال و اخلاق سے بچا سکتے ہیں۔

الطبرانی، رقم: ۷۸۹۳

اسلام کے ابتدائی تین سرایا:

1) سریہ حمزہ رضی اللہ عنہ: العیص کی طرف شوال 1 ہجری

(2) سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ: الخرار کی جانب ذوالقعدہ 1 ہجری

(3) سریہ عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہ: الجحفہ کی طرف ذوالقعدہ 1 ہجری

یہ تینوں لشکر کفار مکہ کے مختلف تجارتی قافلوں کو پکڑنے کیلئے بھیجے گئے لیکن ان میں قتال کی نوبت نہیں آئی۔

الخرار کی تاریخی وادی۔ یہ علاقہ رابغ کی ساحلی پٹی کے قریب واقع ہے۔

الجحفہ کا صحرائی علاقہ...... یہ مقام عراق سے آنے والے حجاج کی میقات بھی ہے۔